مرثیہ درحال معراج و جنگ جناب علی اکبرؑ (بند-۱۷۱)

سلطان الشعراء مولانا سید محمد کاظم جاویدؔ اجتہادی مرحوم

(۱)

قابلِ سمعِ عنادل ہے طلاقت میری
جاگزیں دل میں ہے عالم کے محبت میری
برق کی طرح سے بیتاب ہے جودت میری
ہے جو اعلیٰ وہ طبیعت ہے طبیعت میری
درجنت کو جو پایا ہے کشادہ میں نے
سیر گردوں کا کیا پھر سے ارادہ میں نے

(۲)

تھا بقا دل کا بھی کچھ وجہ دل آزاریٔ چرخ
ماہ نے مہر سے کی بڑھ کے طرفداری چرخ
قابل دید ہوئی پھر سے ضیا باری چرخ
کھنچ گیا پھر سے سرا پردۂ زنگاری چرخ
نکلے تو سیکھ کے حوروں کے اشارے نکلے
منہ دکھانے کو چمکتے ہوئے تارے نکلے

(۳)

جس طرح چاہئے اُس طرح نہیں سوجھتی راہ
ساتھ آنکھوں کا مری چھوڑ چکی میری نگاہ
خیر جن فکروں میں ہوں اس سے خدا ہے آگاہ
رات کے ذکر میں ہوتی بھی ہے ہمت کوتاہ
فرق اب آگیا ہے ذہن کی باریکی میں
سوجھتے ہیں کہیں مضمون بھی تاریکی میں

(۴)

اب ضعیفی میں طبیعت وہ کہاں دل وہ کہاں
ایک سینے میں ہیں سو زخم نہاں لاکھ عیاں
اور جھک جاتے ہیں ہم تنکے جو چلتے ہیں جواں
نزع کا وقت ہے ہنسنے پہ یہ ہوتا ہے گماں
کوچۂ زخم کے سنسان نہ یوں رستے تھے
ہم بھی تو فصل جوانی میں کبھی ہنستے تھے

(۵)

ایسے بھی حال کہوں کچھ مجھے فرصت یہ کہاں
کس کو بھائے گا بھلا حالِ پریشاں کا بیاں
لینے دیتی تھی جوانی نہ مرے دل کو اماں
جوہرِ آئینہ تھے میری نگاہوں کے نشاں
نام کو بھی نہ کہیں گرد کدورت دیکھی
دیکھی جب آئینہ میں اپنی ہی صورت دیکھی

(۶)

ناتوانی سے نظر کا بھی ہے اٹھنا دشوار
آنکھ جھپکانے سے بھی ہوتا ہے اک دل پہ فشار
رنگ چہرے کا بتاتا ہے کہ ہوں میں بیمار
ایک ہوتی ہے، یہاں دو لحدیں ہیں تیار
جب گھٹا خون تو سو رنج بڑھے دیکھ لئے
آئینے میں کبھی آنکھوں کے گڑھے دیکھ لئے

(۷)

وہی شاگرد کہ جو نام پہ رہتے تھے نثار
خود ہی اصلاح مجھے دینے پہ اب ہیں تیار
بحث ادنیٰ سے یہ کب ہے کسی اعلیٰ کا شعار
خاص یہ وہ ہیں کہ ہے جن کا معاند میں شمار
لاکھ قطرہ جو بڑھے گا تو نہ دریا ہوگا
وہ نہ سمجھیں مجھے اچھا تو برا کیا ہوگا

(۸)

بعض شاگرد وہ ہیں جن کی وفا کی نہیں حد
شاملِ حال رہے فضلِ خداوند صَمد
ان کو ہر وقت مرا نام بڑھانے میں ہے کَد
فخر کرتے ہیں جو مجھ سے کوئی پاتے ہیں سَند
روح سے روح کو جتنا تھا تعلق سمجھے
جو ملا ان کو اسی گھر کا تصدق سمجھے

(۹)

اور کچھ ذکر کرو، دوست ہوئے ہیں خاموش
پہلے کے مرثئے کے ایسے نہیں ہیں ابھی جوش
غش ملائک کو جو آئے تو ہوں یہ بھی بے ہوش
یاں بھی اور چرخ پہ بھی صل علیٰ کا ہے خروش
ہوں وہاں بھی وہ مکرر جو یہاں باتیں ہوں
دونوں آوازوں سے رستے میں ملاقاتیں ہوں

(۱۰)

حال سب کہہ چکا پھر فکر ہوئی کیا کہئے
دل میں یہ آیا کہ حوروں کا سراپا کہئے
حال معراج میں پھر مرثیہ اعلیٰ کہئے
ہاں اگر کہئے تو پہلے سے بھی اچھا کہئے
فخر کیا ہے جو مرے ذہن رسا کو بھائے
وہ تو ہر ایک کو بھایا یہ خدا کو بھائے

(۱۱)

شب معراج کا ہے ذکر جو منظور نظر
آسماں پر نکل آئے ہیں ہزاروں اختر
جانتا ہی نہیں کوئی کسے کہتے ہیں سحر
کھینچے لیتا ہے سیاہی کو ادھر دل میں قمر
آج سامان بھی زینت کے نئے سارے ہیں
رات کی زلف پہ افشاں ہے کہ یہ تارے ہیں

(۱۲)

ہر طرف نور کی گردوں پہ ہیں نہریں جاری
آج پھر حکم خدا سے ہے نئی تیاری
خوب تاروں سے فلک پر ہوئی مینا کاری
جائیں گے چرخ پہ مہمان بھی باری باری
پھول چننے کے لئے سرد ہوا بھی جائے
نور ہو آئے تو پھر نور خدا بھی جائے

(۱۳)

کس کے مشتاق ہیں اس رات کو جنت کے چمن
شام کو دیکھ کے کہتے ہیں کہ ہے صبح وطن
شوق میں کس کے ہر اک شاخ ہے جھکنے سے دلہن
جب ہوا چلتی ہے چھو لیتی ہے گل کا دامن
بے ارادہ بھی یہ آپس میں ملے جاتے ہیں
پھول جنت کے یہ، کیا ہے کہ کھلے جاتے ہیں

(۱۴)

جو ملک ہیں درجنت پہ وہ سب ہیں مسرور
راستے کے وہ قریب آگئے پہلے تھے جو دور
سمٹا جاتا ہے یہی سوچ کے پھیلا ہوا نور
ایک سے ایک یہ کہتا ہے کہ وہ آئے حضور
کی ریاضت ثمر مہر و محبت کے لئے
نخل جنت کے ہیں استادہ زیارت کے لئے

(۱۵)

کھلتی کلیوں کی بڑے شوق میں آنکھیں ہوئیں وا
آسماں پر شب معراج نیا باغ کھلا
متصل آتی ہے غنچوں کے چٹکنے کی صدا
ڈھونڈھتی پھرتی ہے جنت میں کسے سرد ہوا
مژدۂ آمد سرور جو ہوا لاتی ہے
بوئے گل جامے سے باہر ہی ہوئی جاتی ہے

(۱۶)

منتظر کس کے ہیں سب دردوالم کے مارے
اب کہاں جائیں جگہ چھوڑ کے اپنی تارے
آنکھیں کھولی ہیں کہ ہیں مد نظر نظارے
بُو نہیں میں ہے کہ جو پھول ہیں پیارے پیارے
کچھ تعلق نہ چمن سے نہ غرض بلبل سے
پیشوائی کے لئے نکلی ہے خوشبو گل سے

(۱۷)

نہیں ملتا ہے ہوا سے انہیں پھولوں کا مزاج
بیخودی میں نہیں کچھ رسم وفا کا بھی رواج
حق پرستوں کیلئے وصل کی شب ہے معراج
کس طرف چاند ہے وہ جو سرگردوں کا ہے تاج
دل پہ داغ غم فرقت بھی اٹھائے ہوئے ہے
پردۂ شب میں قمر منہ کو چھپائے ہوئے ہے

(۱۸)

پھول تازے رہیں کیونکر ہے غضب کی ہلچل
دل سے کہتی ہیں یہ حوریں کہ ارے کچھ تو سنبھل
کس کا بیٹھا ہوا جنت میں ہے پہلے سے عمل
شاخیں ہاتھوں میں لئے لیتی ہیں پھولوں کے کنول
ہاں پئے نذرِ شہؐ ہر دوسرا مانگی ہے
چاند نے سارے ستاروں سے ضیا مانگی ہے

(۱۹)

منتظم نور ہے، ہے قدرتِ باری کا ظہور
وہ بھی نزدیک ہے پردے سے بظاہر جو ہے دور
شب معراج جو آئی ہے تو سب ہیں مسرور
خود ہوا جامے سے باہر ہے خلاف دستور
گل جنت کو تعلی ہے معاف ایک طرف
کہکشاں راستے کو کرتی ہے صاف ایک طرف

(۲۰)

منتظر سب ہیں کٹے وقت اسی کی تو ہے کد
ملتجی سب کو ہے اللہ و پیمبرؐ کی مدد
خیر مقدم کی صدا دیتا ہے خود رب صمد
وہ ملائک میں تلاطم ہے کہ جس کی نہیں حد
کہتے ہیں آؤ چلیں قدرت باری دیکھیں
جس کا عاشق ہے خدا اس کی سواری دیکھیں

(۲۱)

دیر آنے میں جو ہے دل ہے ہر اک کا مضطر
شک نہیں اس میں کہ ہوتا ہے محبت کا اثر
غم کی تصویر ہے اک کیجئے لالے پہ نظر
داغ کب ہے ہمہ تن جمع ہے یہ خون جگر
تھا جو افسردہ نہ چہرے پہ بحالی آئی
پتیوں پر اسی باعث سے تو لالی آئی

(۲۲)

وہ سویدا ہے جو ہے رشک دہ نور جناں
ہر مکاں پر نہ ہو کیوں خانۂ کعبہ کا گماں
راز معبود کا کچھ پردۂ شب سے ہے عیاں
ہر مکاں کہتا ہے ہم میں کوئی ہوگا مہماں
اپنے مطلب سے ہوا چلنے لگی رک رک کر
دیکھتی ہے کسے محراب ہر اک جھک جھک کر

(۲۳)

کوئی خوش ہے کوئی تقدیر پہ اپنی ہے اُداس
بے کسی کے کہے حوروں نے بھی بدلا ہے لباس
مسکرانے کی اداؤں نے بھی کھوئے ہیں حواس
یہ تمنا ہے کہ محبوب خدا آئیں گے پاس
جس کو خود دیکھے بصارت بھی یہ کیا سرمہ ہے
یہ سیاہی کی جگہ آنکھ میں یا سرمہ ہے

(۲۴)

عرش کے پاس کے جو جو ہیں ملک با توقیر
اس علامت سے نہیں ہے کوئی ان میں دلگیر
اب قریں آگئے محبوب خداوند قدیر
مسکرانے لگی رہ رہ کے علیؑ کی تصویر
دیکھنے ان کے تبسم کی ادا آتے ہیں
ہو مبارک انہیں محبوب خدا آتے ہیں

(۲۵)

طرز الفت کو وہ کیا جانیں جو ہیں بے بہرا
دل عشاق پہ ہر زخم پڑا ہے گہرا
در جنت پہ ہے رضواں کی بدولت پہرا
رنگ پھولوں کے بھی چہروں پہ اسی سے ٹھہرا
مژدۂ آمد سرور کے مزے لیتی ہیں
بیلیں دیواروں پہ سر اپنے رکھے دیتی ہیں

(۲۶)

حوریں آپس میں بصد شوق ہیں یوں گرم سخن
لہلہاتے ہیں بڑی دیر سے جنت کے چمن
شاخ ہر ایک جھکی ہے کہ جھکی ہے گردن
کوئی دیکھے کہ نہ دیکھے بنی جاتی ہے دلہن
یوں بھی مشتاق زیارت کوئی کم نکلا ہے
ارے خوشبو نہیں پھولوں کا یہ دم نکلا ہے

(۲۷)

جتنے سیارے ہیں ہے ان کا ثوابت میں شمار
ہے قمر کو حرکت اپنی جگہ سے دشوار
نور اٹھ اٹھ کے بنا باغ جناں کی دیوار
اس چمن میں جو ہے نرگس وہ نہیں ہے بیمار
کب ہوا باغ میں باطبع ملول آتی ہے
ہر گل تر سے بھی خوشبوئے رسولؐ آتی ہے

(۲۸)

خندۂ گل کا ہے مطلب کہ مبارک ہے یہ شب
سب ہنسے دیتی ہیں کلیاں کہ برآیا مطلب
خاص بندے کی ملاقات کا مشتاق ہے رب
وصل کی شب جو ہے باتوں میں ملے جاتے ہیں لب
ہر ملک جھک کے بجالانے کو تسلیم اٹھے
پردہ عرش ابھی سے پئے تعظیم اٹھے

(۲۹)

جلوہ افروز ابھی گھر میں تھے سلطان امم
کہیں جانے کا جو ہے شوق تو اٹھتے ہیں قدم
بس علیؑ پاس ہیں اور کوئی نہیں حق کی قسم
وہ ہنسی لب پہ ہے جو حد سے زیادہ ہے نہ کم
تخلیہ بھی ہے تصور بھی ہے اور رات بھی ہے
ولولہ دل کا بھی ہے شوق ملاقات بھی ہے

(۳۰)

حق کی قدرت کا سراپا ہے زہے شان خدا
کوئی انساں نہ ہوا اور نہ ہوگا پیدا
اس میں حیرت عقلا کو ہے کہ سایہ ہوا کیا
حق کے یہ نور ہیں تو نور کا سایہ کیسا
سر تک حوروں کے جو پہنچا تو یہی تاج بنا
یہی سایہ تو سواد شب معراج بنا

(۳۱)

دم حسیں بھرتے ہیں دو ایک نہیں سواس کا
داغ کھائے ہوئے ہے دل پہ مہہ نواس کا
قابل دید ہے خود بھی رخ پُر ضو اس کا
پوشش خانۂ کعبہ ہے کہ پرتو اس کا
مشرق و مغرب عالم میں مکرر ڈھونڈا
اسی سائے کوتو خورشید نے دن بھر ڈھونڈا

(۳۲)

خیر اس طرح سے مل جاتا ہے سائے کا پتا
سنگ اسود سے ملا، پوشش کعبہ میں رہا
مردمک سے مجھے وابستہ یہ مضمون ملا
خودنبی نے اسے آنکھوں میں جگہ دی بخدا
کیا اسے نور ضیا بخش سے کچھ کم دیکھا
شب معراج میں سائے کو مجسم دیکھا

(۳۳)

کہکشاں کہتی ہے دوری سے ہے ہم پر بھی ستم
آرزو یہ ہے کہ آنکھوں پہ رکھیں آپ قدم
تارے جھپکاتے ہیں آنکھوں کو اسی سے پیہم
یہ اشارے ہیں کہ اب آیئے مشتاق ہیں ہم
شوق میں متصل عرش بریں جا پہنچی
چاندنی فرش بچھانے کے لئے آ پہنچی

(۳۴)

منتشر تھا ابھی وہ صاحب وحیٔ و تنزیل
اتنے میں آگئے ہنستے ہوئے در سے جبریل
عرض کی چلئے کہ چلنے میں ہے بہتر تعجیل
منتظر دیر سے خود آپ کا ہے رب جلیل
مژدۂ قرب خداوند صمد لایا ہے
چلئے دروازۂ حضرت پہ براق آیا ہے

(۳۵)

سن کے یہ سجدۂ خالق میں رکھی شہؑ نے جبیں
کہا بس ہے وہی راحت دہ ہرقلب حزیں
اٹھے پوشاک بدلنے کے لئے سرورؐ دیں
مسکرانے لگے کچھ سوچ کے جبرئیل امیں
مانداس وقت میں سب نور قمر دیکھتی ہیں
حوریں جنت کے دریچوں سے ادھر دیکھتی ہیں

(۳۶)

جب قبا زیب بدن کی توہوا اور ہی طور
اس کے دامن کی ہوا میں ہے اثر کیجئے غور
جس کے چکر میں فلک آگیا دامن کا وہ دور
اپنے جامے سے ہی باہر تو قبا آج ہے اور
کہتی ہے دل میں کہ کب دیکھئے بار آتی ہے
خود کلی ملنے کو بیتاب ہوئی جاتی ہے

(۳۷)

وہ عبا جس کی ہوا میں ہے مسیحا نفسی
وہ عبا عطر میں جنت کے جو سو بار بسی
وہ عبا جو تن اقدس پہ نہ ڈھیلی نہ کسی
ہر کلی جس کی سکھا دیتی ہے غنچوں کو ہنسی
لاتی ہے جس کی ہوا ہوش میں بیماروں کو
ہاتھ آئے گا یہ دامن نہ خریداروں کو

(۳۸)

ذکر میں گوشۂ دامن کے مناسب نہیں طول
مجھ کو ڈر ہے کہ نہ احباب کی خاطر ہو ملول
شرفِ دولت کونین ہے اس سر سے حصول
سر اقدس پہ عمامہ ہے کہ جنت کا ہے پھول
اس کا رتبہ جو نگاہوں میں تلا جاتا ہے
گیسوئے حور کا ہر پیچ کھلا جاتا ہے

(۳۹)

دیکھ کر جس کو بدل جاتا ہے بیمار کا حال
حُسن وہ حُسن کہ جس پر کبھی آیا نہ زوال
وہ قبا کرتی ہے حوروں کے دلوں کو پامال
جس کا تکمہ ہے قمر اور گریبان ہلال
دامنوں پر ید قدرت نے جلی لکھا ہے
بعد اللہ و پیمبرؐ کے علیؑ لکھا ہے

(۴۰)

وہ علیؑ جو کہ بھگایا کیا لشکر وہ علیؑ
وہ علیؑ جس نے اکھاڑا در خیبر وہ علیؑ
وہ علیؑ جو کہ ملائک سے ہے بہتر وہ علیؑ
وہ علیؑ جو کہ ہے ہم شان پیمبرؐ وہ علیؑ
وہ علیؑ جس کا ہوا نام سوا خیبر میں
وہ علیؑ جس کی ولادت ہے خدا کے گھر میں

(۴۱)

جس نے اصنام کو کعبے سے نکالا وہ علیؑ
ہر اندھیرے کو کیا جس نے اجالا وہ علیؑ
جس کا رتبہ ہے رسولوں سے بھی بالا وہ علیؑ
جس نے اس دین کی کشتی کو سنبھالا وہ علیؑ
تھے جو ناواقف وگمراہ وہ آگاہ ہوئے
ہاتھ آیا یہ شرف بھی کہ ید اللہ ہوئے

(۴۲)

رہ گیا دین نبیؐ جس کی بدولت وہ علیؑ
جس کی دریا سے بھی افزوں ہوئی ہمت وہ علیؑ
جس کے ہاتھوں کی ہے محتاج سخاوت وہ علیؑ
مہر کو جس کے لئے ہوگئی رجعت وہ علیؑ
جس نے معدوم کو بھی کر دیا ممکن وہ علیؑ
جس کے صدقے میں پھرے مہر کے بھی دن وہ علیؑ

(۴۳)

وہ علیؑ جس پہ سدا گوہر جاں بھی ہے نثار
وہ علیؑ جس کی بدولت ہوئے ناری فی النار
وہ علیؑ جس سے ہے آباد نبیؐ کا دربار
وہ علیؑ جس کے لئے چرخ سے اتری تلوار
تھی وہ یکتا کہ نہ تھا کوئی مقابل اس کا
ان کی ہیبت ہی سے دوٹکڑے ہوا دل اس کا

(۴۴)

جو ہر اک جنگ میں ہے سب سے مقدم وہ علیؑ
جس نے مجمع کئے کفار کے برہم وہ علیؑ
جس کے ہے قبضۂ قدرت میں دو عالم وہ علیؑ
جس نے کی ناد علی بازوؤں پر دم وہ علیؑ
خود ملک فخر کناں جس کی عبادت پہ رہے
وہ علیؑ جس کے قدم مہر نبوت پہ رہے

(۴۵)

جو ملائک سے بھی ہے رتبے میں بہتر وہ علیؑ
جس کے خدام ہیں سلمانؓ و ابوذرؓ وہ علیؑ
گردشیں دیتا ہے جو اس کو برابر وہ علیؑ
جس سے چکر میں ہے دروازۂ خیبر وہ علیؑ
ان ہی کے نام پہ ہر جنگ کا در باز رہا
جو ید اللہ تھا وہ سب سے سرافراز رہا

(۴۶)

ساقیاہاں طرب انگیز کئی جام پلا
مینہہ برستا ہے ادھر اور ادھر اٹھتی ہے گھٹا
لے صراحی کی طرف آنکھ جھکا جام اٹھا
آسمانوں کی طرف جاتے ہیں محبوبؐ خدا
رنگ تقریر نہ کچھ دے گی نہ مطلب دے گا
آج بھی گر نہ مجھے دے گا تو پھر کب دے گا

(۴۷)

دیکھ اب روح سے میری نہیں اٹھتا ہے تعب
تر زباں خاک ہوں میں جب کہ ہوں سوکھے ہوئے لب
جام خالی میں دکھاتا ہوں سمجھ جا مطلب
سرخ اور سبز جو شیشے ہیں دکھادے مجھے اب
مدعا غیظ کا بھی رنج کا بھی حاصل ہے
یہ نگاہوں کا ہے زہر اور وہ خون دل ہے

(۴۸)

مے کا پینا ابھی ساقی نہیں مجھ کو منظور
ذکر اس سے کیا تا اہل ولا ہوں مسرور
طبع کر لے گی جو دریائے فلک کو بھی عبور
لوگ اس وقت سنیں گے تو سناؤں گا ضرور
اسی پہلو سے دل زار فقط رکھنا تھا
ذکر چھیڑا تھا کہ منظور مزا چکھنا تھا

(۴۹)

حال مستوں کا بھلا کون برابر دیکھے
اس سے بہتر ہے کہ ہنگامۂ محشر دیکھے
زاہدوں کو نہ پئے ساقی کوثر دیکھے
آنکھیں پھوٹیں جو ابھی سے مجھے ساغر دیکھے
میں طلبگار ہوں جس جام کا وہ جام نہیں
ابھی انگڑائیاں لینے سے مجھے کام نہیں

(۵۰)

کرم و فضل خداوند کی ہوگی افراط
ایسے رہبر کے جو پیرو ہوں وہی ہیں محتاط
نقش پا سے بھی ہے کم تخت سلیماں کی بساط
حشر کی کوئی نہ دہشت نہ ہمیں خوف صراط
جو کہ دشمن ہیں سر پل وہ ٹھہر جائیں گے
یا علیؑ کہتے ہوئے ہم تو گذر جائیں گے

(۵۱)

عہد کا اپنے انہیں آپ پیمبرؐ کہیے
کیا قباحت ہے اگر شافع محشر کہیے
جز نبیؐ اور رسولوں سے بھی بہتر کہیے
جھوم کر نشہ میں ہاں ساقی کوثر کہیے
آج میخانے میں بیتاب ہوئے جاتے ہیں
مثل مئے دیکھئے شیشے بھی کھنچے آتے ہیں

(۵۲)

واں مہیائے سفر تھے شہ قدسی انفاس
عطر جنت میں بسا جو تھا وہ پہنے تھے لباس
دست جبریل میں جب تک تھی بظاہر تھی اداس
بڑھ کے نعلین قدم چومنے کو آگئی پاس
کہیں چھپتے بھی ہیں وہ جو کہ شرف اظہر ہیں
دست جبریل سے حضرت کے قدم بہتر ہیں

(۵۳)

ایک مدت سے تھی نعلین اٹھانے کی ہوس
ہم کو تو حال پہ جبریل کے آتا ہے ترس
ہاتھ میں لے کے وہ نعلین یہ نازاں ہوئے بس
فخر دم بھر کا، نہ مدت، نہ مہینہ، نہ برس
رشک یوسفؑ ہوئے کس کے یہ خریدار ہوئے
آج سے جملہ ملائک کے یہ سردار ہوئے

(۵۴)

آئے نزدیک براق آپ بصد عزت وجاہ
سر جھکائے تھے ادب سے جو ملک تھے ہمراہ
کشمکش وہ تھی کہ ملتی تھی نگاہوں کو نہ راہ
جب سوار آپ ہوئے آئی نظر شان اللہ
ہاتھ آیا کف پا کا بھی شرف مل جُل کے
رہ گئیں دونوں رکابوں کی بھی آنکھیں کھل کے

(۵۵)

تھا براق نبویؐ وقت کا اپنے یکتا
عمر بھر میں جو تھا بھی تو اسی در پہ تھا
ڈر سے کچھ دیر زمانے میں چلی بھی نہ ہوا
جس کا عالم کو سہارا تھا اسے لے کے چلا
غل اٹھا شکل دوبارہ ہمیں دکھلا جانا
یہ خدا کی ہے امانت اسے پہنچا جانا

(۵۶)

باگ اٹھانے کا پیمبرؐ نے ارادہ جو کیا
نور رخ رخش فلک سیر نے مڑ کر دیکھا
ہنس کے حیدرؑ نے پیمبرؐ سے یہ دو بار کہا
جس کے پاس آپ چلے میں نے اسی کو سونپا
دل بھی جنت کی ہوا کھانے سے کھل جائیں گے
جایئے جایئے ہم بھی کہیں مل جائیں گے

(۵۷)

باگ لیتے ہی ہوا ہوگیا وہ برق سیر
پیچھے پیچھے ہوئے جبریل امیں گرم سفر
آسمانوں کی طرف رہ گئی تھی اٹھ کے نظر
ایک کو دوسرے کے حال کی تھی کچھ نہ خبر
محو حیرت جو ہوئے رہ گئے ابتک رک کے
آسماں دیکھتے ہیں شان سواری جھک کے

(۵۸)

تیز رفتار نہ ایسا تھا سفر کے پہلے
آسماں پر جو یہ پہنچا تو نظر کے پہلے
انتہا یہ ہے کے خود اپنی خبر کے پہلے
اورسنئے کہ دعاؤں کے اثر کے پہلے
واہ اک چشم زدن میں یہ سما تک پہنچا
جب چلا حکم نبیؐ پر تو خدا تک پہنچا

(۵۹)

حوریں کہتی تھیں کہ ہم سے یہ ستم اٹھتے نہیں
دل بیتاب سے کب ہجر کے غم اٹھتے نہیں
دل اگر ضعف سے بیٹھے بھی تو کم اٹھتے نہیں
دیکھ کر آئینۂ نقش قدم اٹھتے نہیں
صبر کھوئے ہوئے دل کو کبھی آتا ہی نہیں
پھر سے رفتار کا انداز دکھاتا ہی نہیں

(۶۰)

طبع برہم ہے جفاؤں پہ سدا مائل ہے
کہہ رہی ہے یہی رفتار کہ یہ قاتل ہے
یوں تو ہشیار ہے اور دیکھنے میں غافل ہے
نقش پا خاک پہ کب ہیں یہ کسی کا دل ہے
کون وہ ہے کہ جو ہاتھوں سے جگر ملتا ہے
آج کچھ زیر قدم دل کا پتہ چلتا ہے

(۶۱)

حوریں کہتی ہیں غم ہجر نہ سہنے دینا
متصل چشم سے اب اشک نہ بہنے دینا
کوئی گر منع کرے تو اسے کہنے دینا
دل ہمارے بھی لئے جا کہیں رہنے دینا
وہ یہ کہتا ہے مجھے کام ہے سرتابی سے
کیا کروں لے کے یہ تڑپیں گے نہ بیتابی سے

(۶۲)

باغ جنت کی طرف فصل بہاری آئی
حوریں چلائیں مراد آج ہماری آئی
آپ کیا آئے کہ اک رحمت باری آئی
وہ بڑھا حُسن فلک کا وہ سواری آئی
جادہ حوروں کا ہر اک مدنظر بن کے رہا
نور شرما کے جو سمٹا تو قمر بن کے رہا

(۶۳)

تارہ تاروں کو وہ کہتے نہیں جن کو ہے خبر
نقش پا اس کے یہیں دیکھ لیں ارباب نظر
ٹکڑے انگشت مبارک سے ہوا تھا جو قمر
سب تو خوش آپ کے آنے سے ہیں پر اس کو ہے ڈر
تھی جو کچھ اپنے تحفظ پہ نظر روکے تھا
چاند پہلے ہی سے ہالے کی سپر روکے تھا

(۶۴)

پہنچے جب چرخ چہارم پہ رسول اکرمؐ
ہنس دیئے دیکھ کے عیسیٰؑ کی طرف شاہؐ امم
کہا عیسیٰؑ نے کہ میں چوم تو لوں بڑھ کے قدم
دیکھئے آج سے اب آپ کہاں اور کہاں ہم
گھر کو چھوڑ آیا تھا میں دل کی تمنا کے لئے
ہوش میں بھی رہا اس برق تجلی کے لئے

(۶۵)

سن جو زاید تھا تو کچھ کانپ رہی تھی آواز
یہ کہے کون کہ تھا رعب شہنشاہ حجاز
کہا ظاہر ہوں وہ مخفی ہیں مرے دل میں جو راز
اک یہ حسرت ہے کہ پڑھ لوں عقب شہؐ میں نماز
کہا ہر اک کی زباں پر یہ فسانہ ہوگا
خیر پڑھیئے گا جو مہدیؑ کا زمانہ ہوگا

(۶۶)

آسمانوں سے گذرتے ہوئے محبوب خدا
منزل قرب پہ پہنچے تو خیال اب یہ ہوا
پاؤں سے میں کروں نعلین اسی جا پہ جدا
کان میں آئی بہت صاف بہت صاف صدا
گو ادب کی یہ جگہ ہے پہ نہ گھبرایئے آپ
خاص یہ حکم خدا ہے کہ یوں ہی آیئے آپ

(۶۷)

اے کلیمؑ آیئے اب طور کی باتیں ہوئیں خواب
مع نعلین یہاں آنے کی تھی آپ کو تاب
وہ بھی معلوم ہے وادی میں ہوا تھا جو خطاب
صاف دیجئے مجھے لکنت سے نہ دیجئے گا جواب
فکر کے بحر میں دل غرق ہوا یا نہ ہوا
وہ زمیں تھی یہ فلک فرق ہوا یا نہ ہوا

(۶۸)

واہ کیا کیا نہ تعب راہ الٰہی میں سہے
سب سے افضل ہیں یہی جو کہ ہو دانا وہ کہے
چشم عیسیٰؑ سے بھی کچھ اشک ندامت کے بہے
پہنچے تا عرش یہ وہ چرخ چہارم پہ رہے
بڑھ گیا حضرت موسیٰؑ سے بھی پایا ان کا
لن ترانی کی صدا دیتا ہے سایا ان کا

(۶۹)

پہنچے جب آپ سراپردۂ قدرت کے قریں
سجدۂ حق کو جھکے آپ سر عرش بریں
پر نشان سجدے کا کیوں چوم نہ لیتا وہ جبیں
کہا تو خالق یکتا ہے ترا مثل نہیں
پا کے یہ رفعت وعزت ہی میں شرمایا ہوں
یاں بھی آیا ہوں تو سجدے کے لئے آیا ہوں

(۷۰)

کیوں مُعَرِّف نہ مراتب کے ملائک ہوں تمام
اب تو آجائیں ذرا جوش میں حیدرؑ کے غلام
بعد اللہ و پیمبرؐ کے علیؑ کا بھی ہے نام
ان کے لہجے ہی میں خالق نے کئے ان سے کلام
خود پیمبرؐ نے سنی حق کے ولی کی باتیں
اب جو باتیں ہیں خدا کی وہ علیؑ کی باتیں

(۷۱)

معتبر ہیں جو کتب درج ہے ان میں یہ خبر
ہاتھ پردے سے کسی شخص کا نکلا باہر
ہاتھ کو دیکھ کے خوش اور ہوئے پیغمبرؐ
آسماں پر انہیں پھر مل گیا دست حیدرؑ
ہوگیا قوت بازو شہ ذیجاہ کا ہاتھ
آج پردے ہی کے باہر ہے یداللہ کا ہاتھ

(۷۲)

اور خوش کرنے کو مہماں کے خدا نے یہ کیا
پشت پر ہاتھ محبت سے کئی بار رکھا
ہاتھ کس طرح سے ہو مہر نبوت سے جدا
ہاتھ حیدرؑ کا اگر تھا تو عجب کی نہیں جا
غور سے دیکھئے معراج میں ساتھ اس کا ہے
جو قدم رکھ چکا ہے دوش پہ ہاتھ اس کا ہے

(۷۳)

اے زہے رتبۂ عالم کہ یہ توقیر ملی
خاک پا جس کو ملی بس اسے اکسیر ملی
خاک اکسیر ہے پر خلد کی جاگیر ملی
در کے ذروں کو چمکتی ہوئی تقدیر ملی
ذکر حق ہوگیا شامل اسی افسانے میں
دیر جانے میں ہوئی کچھ نہ انہیں آنے میں

(۷۴)

گئے جس شوق سے معراج کو محبوب خداؐ
علی اکبرؑ کو اسی طرح سے ہے شوق وغا
خاص احمدؐ سے مشابہ ہیں یہ از سر تا پا
لے چکے ہیں شہ کونین سے مرنے کی رضا
لال انہیں کے ہیں فقط تشنہ دہانی کا ہے فرق
فرق اگر ہے تو ضعیفی و جوانی کا ہے فرق

(۷۵)

قایل حسن ہیں سب اُن کے زمانے والے
خود خجل ہوگئے ہیں آنکھ ملانے والے
آتے ہیں دیکھنے کو سیکڑوں آنے والے
سب سے بالا رہے حیدرؑ کے گھرانے والے
ناصر خاص شہ ہر دوسرا ہیں کہ نہیں
عہد کے اپنے یہ محبوب خدا ہیں کہ نہیں

(۷۶)

زینت فوج حسینی ہیں یہ جعفر کی طرح
یوں تواضع کے طریقہ میں ہیں شبرؑ کی طرح
حسن وصورت میں بعینہ ہیں پیمبرؐ کی طرح
رخش پر بیٹھے تو بیٹھے بھی یہ حیدرؑ کی طرح
وہم سے ہے کہیں بالا جو شرف پایا ہے
پھر محمدؐ کے لئے آج براق آیا ہے

(۷۷)

باگ شہزادے نے لی رخش سبکتاز اڑا
مثل رفرف کے جو تھا مایل پرواز اڑا
آج پریوں کے ستانے کو بصد ناز اڑا
وہ صدا آنے لگی پر کی وہ شہباز اڑا
کہیں چلتے ہوئے اس کو نہ ہوا ملتی تھی
کان سے بھی تو نہ قدموں کی صدا ملتی تھی

(۷۸)

رہروِ ارض بھی ہے مایل افلاک بھی ہے
عقلا کہتے ہیں یہ تیز بھی چالاک بھی ہے
دل کو پامال جو کرتا ہے تو سفاک بھی ہے
سُم بھی آلودہ خوں اس کے ہیں اور پاک بھی ہے
جو پسندیدۂ راکب ہے سبک خیزی وہ
جو پسینے سے ملاقات کرے تیزی وہ

(۷۹)

ہے سناں دل کے لئے اس کی پریشاں نظری
سچ تو ہے مانع رفتار نہ خشکی نہ تری
قابل دید ہے یوں آنکھ میں شوخی ہے بھری
جیسے مرغوب حسینوں کو ہے خواب سحری
ہاں پسندیدہ عالم یہی افسانے ہیں
شمع حُسن ایک ہے اور سیکڑوں پروانے ہیں

(۸۰)

ساتھ برسوں کے جو تھے دیکھ کے اس کو چھوٹے
چوٹ کھائے ہوئے جو جو تھے وہی دل ٹوٹے
نقش پا کے بھی بنائے ہیں نئے گل بوٹے
کارواں حُسن کے بازار میں کیا کیا لوٹے
وہ جو برہم ہے تو یہ غیظ میں بل کھاتی ہیں
یال میں جتنی گرہ ہیں وہ کھلی جاتی ہیں

(۸۱)

جس سے آنکھوں کو تعلق ہے وہ صورت پیاری
کہیں تھمتا ہی نہیں صورت آب جاری
زخم ہوتے ہیں نظر کے جو نہایت کاری
منھ کو دامن سے چھپائے ہوئے ہے اندھیاری
حُسن ظاہر کئے دیتی ہیں وہ روشن آنکھیں
بن گئیں صاف چراغ تہہ دامن آنکھیں

(۸۲)

ہے یہ دعویٰ کہ کدھر رہ گیا اب آئے براق
اب تو بجلی کو اُسی چال سے تڑپائے براق
آسماں پر میں پہنچ جاؤں تو شرمائے براق
بے پیمبرؐ کے خدا تک تو بھلا جائے براق
دیکھنے والوں نے قسمت کی بھلائی دیکھی
علم خالق میں بھی گذرا ہے رسائی دیکھی

(۸۳)

دم طرارے بھی بھرے لاکھ تو بھرتا ہی نہیں
سوئے پستی یہ بلندی سے اترتا ہی نہیں
صلح یہ تیز ہواؤں سے بھی کرتا ہی نہیں
رنگ بھی شوخ ہے ایسا کہ ٹھہرتا ہی نہیں
پھول پائے بھی ہواؤں کو تو دامن بھر کے
دم بھی لیتا ہے تو سیماب کو کشتہ کر کے

(۸۴)

قابل دید ہے اس باگ کی بھی زیبائش
نقش پا کو ہے عجب زیر قدم آسائش
حوریں تھم جانے کی کیوں کر نہ کریں فرمائش
ہے دہن میں بھی دہانے کی کہاں گنجائش
دیکھنے والوں کا خود منھ کو جگر آتا ہے
بال موہوم سا شیشے میں نظر آتا ہے

(۸۵)

ہر ارادے کی جو راکب کے ہے مرکب کو خبر
بدلا رفتار کا انداز قریب لشکر
علی اکبرؑ نے جو کی تیغ کے قبضے پہ نظر
حُسن اپنا وہ دکھانے نکل آئی باہر
سب کے سر جھک گئے جس وقت کہ شمشیر کھنچی
بیقراری کی نہ بجلی سے بھی تصویر کھنچی

(۸۶)

ایک کی ایک کو ہر طرح سے لازم ہے خبر
دو طرف ایک سا ہوتا ہے محبت کا اثر
میان سے تیغ اسی شوق میں نکلی باہر
کہ کروں میں بھی تو حُسن علی اکبرؑ پہ نظر
کچھ عجب شان سے وہ صاعقہ کردار چلی
دیکھنے رخش کی رفتار کو تلوار چلی

(۸۷)

مہہ وخورشید کی کیا اصل کہ دونوں ہیں حقیر
علی اکبرؑ کی جوانی ہے نبیؐ کی تصویر
ہے جبیں آئینہ ایسی کہ نہیں جس کا نظیر
دور سے لوگ پڑھا کرتے ہیں خط تقدیر
آیۂ فتح ہے ہر ایک جو پڑھ لیتا ہے
وہ یہ خط ہے جو شکست اوروں کو دے دیتا ہے

(۸۸)

ثانی احمدؐ مرسل بھی ہے اک ان کا خطاب
کوئی دیتا تو نبیؐ کی بھی جوانی کا جواب
ان سے دوری کی حسینوں کو نہیں دہر میں تاب
حُسن اکبر کو فقط دیکھنے آیا ہے شباب
یوں بسر کرتے، نہ آہوں کے دھوئیں میں رہتے
گر حسیں ہوتے، تو یوسفؑ نہ کنویں میں رہتے

(۸۹)

لوگ کہتے ہیں زمانے کو غنیمت ہے یہ دم
حُسن یوسفؑ ہے اسی حُسن خداداد سے کم
مہر کہتا ہے یہ کھا کر اسی صورت کی قسم
پھر اسی روئے ضیا بار کے مشتاق ہیں ہم
آفتاب ایسا جو عالم میں نہیں پاتی ہے دھوپ
صبح کو ڈھونڈھنے ہر گھر میں چلی آتی ہے دھوپ

(۹۰)

غل ہے لشکر میں کہ اب ہوش رکھو اپنے بجا
شیر آنے کو ہے اس سمت نہیں ہے عرصا
دیکھو بگڑی ہوئی چتون سے ہے کیا کیا پیدا
آستینوں کو چڑھاتے تھے یوں ہی شیر خدا
دل میں ہر ایک کے سر تیز سناں گڑنے لگی
آستیں چڑھتے ہی ماتھے پہ شکن پڑنے لگی

(۹۱)

کس جواں میں یہ شجاعت تھی جو پائی اس نے
شان اپنے جدِ امجد کی بڑھائی اس نے
ہر دلاور کی نمود آج گھٹائی اس نے
ایک دن شیر کی تھامی تھی کلائی اس نے
معرکے جب پڑے افضال خدا ساتھ میں تھے
ریزے کچھ ہڈیوں کے بھی تو اسی ہاتھ میں تھے

(۹۲)

سب سے کہتے ہیں سنو زینت لشکر ہم ہیں
شان کہتی ہے کہ اس عہد کے حیدرؑ ہم ہیں
ہیں ملک خادم در، رشک گل تر ہم ہیں
صاف کہتی ہے یہ صورت کہ پیمبرؐ ہم ہیں
تم سے گمراہوں کو جنت کا پتہ مل جائے
ہم سے مل جاؤ اگر تم تو خدا مل جائے

(۹۳)

جو ید اللہ میں تھی مجھ میں بھی شوکت ہے وہی
زور بازو ہے وہی اور شجاعت ہے وہی
جس کو مانے ہوئے تم لوگ ہو ہمت ہے وہی
جو کہ تھی دست ید اللہ میں طاقت ہے وہی
کیا ہے گر سامنا اس فوج گرانبار کا ہے
میری ہر رگ میں لہو حیدرؑ کرار کا ہے

(۹۴)

ہم سے لڑنے کے لئے کیوں نہیں بڑھتے جرار
یادگار آج کا ہے معرکہ تا روز شمار
چپکے بیٹھے ہیں کدھر فوج ستم کے سردار
جن کے رہوار رکیں گے نہ تھمے گی تلوار
قابل قدر ہے اس پیاس میں جانکاہی بھی
ہاتھ آیا ہے ہمیں زور ید اللّٰہی بھی

(۹۵)

اب نہیں دیر ہے آمادہ پیکار رہو
تابع حکم بن سعد ستمگار رہو
لو ہم آتے ہیں ذرا فوج سے ہشیار رہو
بلکہ ہر افسر لشکر سے خبردار رہو
کہہ دوشیروں سے کہ ہاتھوں کی صفائی دیکھیں
اسد اللہ کے پوتے کی لڑائی دیکھیں

(۹۶)

اپنے مظلوم پدر کی مجھے لازم ہے مدد
آج لشکر کے مٹا دینے کی مجھ کو بھی ہے کد
کچھ تمہارے ستم وجور کی باقی نہیں حد
جس کی توصیف وثنا یہ ہوئی کس کے تھے وہ جد
گرم بازار ہو تو مال بھی ستا نہ ملے
تو سہی بھاگ کے جانے کا بھی رستا نہ ملے

(۹۷)

گھر کے فوجوں سے نکل آئیں تو جعفر بھی کہو
سارے لشکر کے بھگا دینے پہ حیدرؑ بھی کہو
سب سے اعلیٰ تو ہر اک شخص سے بہتر بھی کہو
دیکھ لو آنکھ سے صورت تو پیمبرؐ بھی کہو
قابل قدر ہے سچ ہے وہ شرف پایا ہے
زور ہاتھوں کا تو میراث میں ہاتھ آیا ہے

(۹۸)

اب چلے راہ تو کشتوں پہ ستم کرتے ہوئے
فوج کا زور ارادوں ہی سے کم کرتے ہوئے
دمبدم ناد علیؑ سینے پہ دم کرتے ہوئے
نام عباسؑ کا بازو پہ رقم کرتے ہوئے
اور اب کون ہے گھر میں بھی تو بس ساتھ یہی
لیں گے اُن ہاتھوں کے کٹنے کا عوض ہاتھ یہی

(۹۹)

جب اداؤں سے چلی تیغ تو کٹنے لگے سر
ایک کی ایک کو اس حشر میں تھی کچھ نہ خبر
کبھی دل میں وہ در آئی تو کبھی سوئے جگر
وہ بھی وقت آ گیا جس وقت کا تھا فوج کو ڈر
اس میں کچھ شک نہیں جان اس کی ہے اور دل اس کے
حشر تک مر کے بھی تڑپا کئے بسمل اس کے

(۱۰۰)

سیکڑوں لاشوں کے انبار لگائے ہر سو
نہ رہے زخم سے خالی زرہوں کے پہلو
سانس لینے میں بھی آتی تھی انہیں خون کی بو
چار آئینوں کی آنکھوں میں بھرے تھے آنسو
جس طرف سنئے اسی تیغ کا افسانہ ہے
اپنے سائے کو سمجھتے تھے کہ بیگانہ ہے

(۱۰۱)

حسرتیں نکلی ہیں خود چھوڑ کے غم خانۂ دل
اب تو آباد نہ ہوگا کبھی کاشانۂ دل
خاک میں مل گئی سب ہمت مردانۂ دل
زخم سینے میں نظر آتا ہے ویرانۂ دل
اب تو روحوں سے ہوئے قالب بیجاں خالی
اب نظر آتے ہیں ہر سمت بیاباں خالی

(۱۰۲)

رنگ ہے تیغ شرر بار بدلنے کے لئے
آئی ہے ناز سے میدان میں چلنے کے لئے
منھ سے بیتاب دھواں بھی ہے نکلنے کے لئے
ہے جلانے کے لئے تیغ وہ جلنے کے لئے
روح کچھ اور ہی ہنگام سفر کہتی ہے
وہ بھی سن لیتے ہیں جو نار سقر کہتی ہے

(۱۰۳)

انتہا بھی تو معین ہے گراں جانی کی
ایک حد ہوتی ہے دنیا میں پریشانی کی
اٹھ نہیں سکتی کشاکش غم پنہانی کی
چارآئینہ میں تصویر بنی پانی کی
کیوں بدل جائے نہ اب فوج دغل کی صورت
صاف آتی ہے نظر اس میں اجل کی صورت

(۱۰۴)

منھ چھپا لینے سے ہر ایک کا پردہ ہوا فاش
زخم میں تھے جگر ودل کے قیامت کے خراش
مرنے والوں کو جو مدت سے زمیں کی تھی تلاش
اس سے ملکر بھی تو اٹھ سکتی نہ تھی ایک کی لاش
شیر کے خوف سے ہر ایک کا دم بند ہوا
جو جہاں پر تھا وہیں خاک کا پیوند ہوا

(۱۰۵)

میر لشکر کے بھی کھوئے گئے ہیں ہوش وحواس
دور ان کو بھی سمجھتا ہے جو سردار ہیں پاس
ایک سے ایک یہ کہتا ہے کہ تم کیوں ہو اداس
پرورش کررہی ہے چہرے کو چھائی ہوئی یاس
ساتھیوں پر وہ نظر کررہے ہیں مڑ مڑ کے
رنگ چہروں کا جدا ہوگیا تھا اُڑ اُڑ کے

(۱۰۶)

آج جانیں نہ بچیں گی یہ خبر عام ہوئی
جان ہر ایک کی لی اور نہ بدنام ہوئی
قصد سے طے جو رہ زلف سیہ فام ہوئی
غل ہوا دیکھ لو منزل پہ اسے شام ہوئی
اس کے قبضے کا مقابل نہ کوئی ضو میں رہا
بدر یہ وہ ہے جو آغوشِ مہہِ نو میں رہا

(۱۰۷)

کوئی بات اس کی کسی دل سے بھلائی نہ گئی
ہاں گلے ملنے پہ بھی اس کی روکھائی نہ گئی
خون میں بھر کے بھی دامن کی صفائی نہ گئی
جان لی سب کی مگر پھر کہیں آئی نہ گئی
جب ہوا بیر تو ملنے کا نتیجہ نہ رہا
ڈر سے جب خون اڑا تیغ پہ دھبا نہ رہا

(۱۰۸)

ہے حُسیں تیغ بھی حُسن علی اکبر کی قسم
خود ہے قائل کہ مہ نو سے ضیا میں نہیں کم
کہتی ہے حق میں مرے آج توقف ہے ستم
میں حُسیں ہوں جو نکلتے ہیں تو نکلا کریں دم
ہجر میں بھی ہے غضب وصل میں بھی مشکل ہے
دونوں پہلو سے جو سمجھو تو یہی قاتل ہے

(۱۰۹)

نہ روانی سے نہ چلنے سے کبھی منھ موڑا
زینت دست حُسین ہوں یہ شرف ہے تھوڑا
اور اک بڑھ گیا جوہر جو کوئی دل توڑا
مدتوں تیغ علیؑ کا نہیں پہلو چھوڑا
آسماں اوج میں پستی میں زمیں کاٹوں گی
گن کے میں بھی پر جبریل امیں کاٹوں گی

(۱۱۰)

دن کو بھی شام کی مانند کرو نظارا
پھر نہ تڑپا جسے مارا اسے ایسا مارا
کیوں نہ مجھ سے بھی ہو بڑھ کے مرا قبضہ پیارا
میں ہلال فلکی گرہوں تو یہ ہے تارا
ملتی جلتی ہوئی حیدرؑ سے شجاعت دیکھو
میرے شہزادۂ عالم کی تو صورت دیکھو

(۱۱۱)

دل جگر آج لعینوں کے بنے گھر اس کے
دم بھرا کرتے ہیں چھپ چھپ کے بھی خنجر اس کے
ہیں پریشان بھگائے ہوئے لشکر اس کے
فتح کا آئینہ دیکھائے جوہر اس کے
گر کے بجلی کی نگاہوں سے نہیں گرتی ہے
بال کھولے ہوئے لیلیٰ کی طرح پھرتی ہے

(۱۱۲)

چال ہر طرح سے آفت ہے ادائیں ہیں ستم
دہن زخم یہ کہتے ہیں ستمگر کہیں تھم
کہتے ہیں جان تو لے لی یہ عنایت نہیں کم
نہ تو مردے کے نہ زندے کے سرہانے لیا دم
خلعت ان کا کبھی اس تیغ کے دامن نہ بنے
جوہر تیغ چراغ سر مدفن نہ بنے

(۱۱۳)

علی اکبرؑ کی لڑائی سے قیامت ہے بپا
چہرے کہتے ہیں کسی کے بھی نہیں ہوش بجا
بھائی کہتا ہے کہ بھائی کا نہیں میرے پتا
ابھی عرصہ نہیں گذرا کہ اسی جا پہ وہ تھا
داستاں خوف کی ڈر ڈر کے وہ سب کہہ گئے ہیں
دیکھ لو سینوں میں چھپ چھپ کے نفس رہ گئے ہیں

(۱۱۴)

سب یہ کہتے ہیں سفر خلق سے کرتے دیکھیں
زخم گہرے کبھی سینے کے نہ بھرتے دیکھیں
یہ تمنا ہے کہ دنیا سے گذرتے دیکھیں
التجا جائیں کہ سردار کو مرتے دیکھیں
کچھ نئے طرز سے قصہ یہ پرانا بھی سنیں
پر جبریل کے کٹنے کا فسانا بھی سنیں

(۱۱۵)

شرر افشانی شمشیر کا ظاہر ہے اثر
آگ بھڑکی ہوئی ہر سمت کو آتی ہے نظر
چھپ کے سینوں میں بھی پر کالۂ آتش ہیں جگر
بس وہی جلتے ہیں جن جن کے جہنم میں ہیں گھر
روح سے کب الم سوز نہاں اٹھتا ہے
شعلے تیغوں سے تو ڈھالوں سے دھواں اٹھتا ہے

(۱۱۶)

ساقیا ہاں مئے خوش رنگ کا ساغر دے دے
زور پر آ گیا مستوں کا مقدر دے دے
تجھ کو اصرار اگر خود ہے تو بہتر دے دے
دیر ہوتی ہے پئے ساقی کوثر دے دے
جنگ کہنے کا بظاہر بھی ارادہ ہو جائے
نشۂ حُب علیؑ اور زیادہ ہو جائے

(۱۱۷)

مے سے دوری ہو جسے چین وہ پاتا ہی نہیں
حرف مطلب کا زباں پر کبھی لاتا ہی نہیں
تیرے دروازے سے خالی کوئی جاتا ہی نہیں
جس کو ملتی نہیں وہ ہوش میں آتا ہی نہیں
آج مطلب جو مرا ہے وہی ارماں تیرا
جام پر جام دئے جا تو ہو احساں تیرا

(۱۱۸)

ہم بھی بیمار ہوئے شوق کی بیماری سے
تیز مے اتنی جو ملتی ہے تو دشواری سے
کوئی بیہوش نہ ہوگا تری ہشیاری سے
جو گری خاک پہ وہ کم نہ تھی چنگاری سے
کس جگہ پر ہوئی تاثیر کہاں اٹھنے لگا
واں لگی آگ یہاں دل میں دھواں اٹھنے لگا

(۱۱۹)

حوصلے شیشے کے گرجانے سے سب پست ہوئے
ہم نہ کہتے تھے کہ میخوار بہت مست ہوئے
خوب سامان شکست آج سردست ہوئے
ٹکڑے شیشوں کے مرے قلب میں پیوست ہوئے
زخم دل لے کے نہ یوں کوئی شرابی نکلا
خون نکلا بھی جو دل سے تو گلابی نکلا

(۱۲۰)

اور وہ وقت تھا بے مانگے نہیں جن میں تھی تاب
جوش کچھ جس میں زیادہ تھا وہ تھا عہد شباب
کیا ضرر ہوگا اگر دے گا مجھے صاف جواب
تیرے اک خم میں، یہاں ہے مری رگ رگ میں شراب
بات ہے ہوش کی بیہوش جسے کہتا ہے
مے کا دریا مرے دامن سے بندھا رہتا ہے

(۱۲۱)

کیا تغافل ہے کہ خاص اس کی نہ لی تو نے خبر
جس کے سوکھے رہے لب صبح سے آنکھیں رہیں تر
نہ تو آہوں میں اثر تھا نہ دعاؤں میں اثر
تجھ سے بھی کام ہے اور شرع کا بھی ہے کچھ ڈر
جس قدر یاد دعائیں ہیں دئے بھی جاؤں
توبہ توبہ بھی کئے جاؤں پئے بھی جاؤں

(۱۲۲)

میکدے میں بھی تکلف نہیں کچھ گھر کی طرح
غنچۂ دل بھی شگفتہ ہوں گل تر کی طرح
چاہئے بذل و سخا ساقئ کوثر کی طرح
مست کی چشم بھی گردش میں ہے ساغر کی طرح
سرخ شیشوں ہی کے ہمراہ دکھادھانی بھی
آگ کے ساتھ بجھانے کو رہے پانی بھی

(۱۲۳)

سب پریشان و غم انگیز یہ دفتر نہ سنیں
اس طرح حال سوالوں کا مکرر نہ سنیں
طلب مے کی خبر جو کہ ہیں باہر نہ سنیں
سب سنیں دیکھ مگر ساقی کوثر نہ سنیں
یہ تو اس وقت نہیں یاد کہ کتنا سن ہے
آج پینے کا بھی توبہ کا بھی پہلا دن ہے

(۱۲۴)

پہلواں ایک تھا جس کا میں نہیں جانتا نام
اس پہ بھی تھی نظر مرحمت حاکم شام
صبح سے چین میں تھا پی رہا جام پہ جام
ننگی تلواریں لئے سامنے حاضر تھے غلام
لاشیں گرنے کی صدا دور نکل جاتی تھی
دل بھی ہلتا تھا زمیں جب کہ دہل جاتی تھی

(۱۲۵)

کبھی کہتا تھا کہ یہ کون ہے مصروف وغا
کہتے ہیں اس کے ملازم کہ علیؑ کا پوتا
کبھی کہتا تھا یہ عباس سے بھی کیا ہے سوا
لوگ کہتے ہیں کسی طرح نہیں ان سے جدا
رگ گردن کو چھری بھی ہوئی خنجر بھی ہوئے
ہاتھ دونوں ہیں علیؑ کے تو برابر بھی ہوئے

(۱۲۶)

اس نے کچھ سوچ کے آخر کو لگائے ہتھیار
اپنی تلوار کو کاٹھی سے نکالا کئی بار
تھی اسی سمت نظر اس کی جدھر تھی تلوار
ہنہنایا تو یہ سمجھا کہ ہے حاضر رہوار
کہا میں اس سے لڑوں جا کے مرا کام ہے یہ
کہا خادم نے کہ ہم روئیں گے انجام ہے یہ

(۱۲۷)

کہا آئینہ یہ کیا تونے کیا صاف بتا
کہا کیا شیشہ کی جامیں تجھے دیتا تھا دغا
کہا لا جلد سپر دیر سے ہے شوق وغا
میں کمر باندھ چکا اب نہیں تاخیر روا
عزم بالجزم جو ہے تیغ وسپر باندھی ہے
کہا کیا ٹوٹی ہوئی تھی جو کمر باندھی ہے

(۱۲۸)

تیغ کو مڑ کے ستمگر نے جو دیکھا کئی بار
کہا خادم نے کہ میں دوسری دے دوں تلوار
کہا لے لوں گا جو ہولوں گا فرس پر اسوار
دیکھ کر اس کو سرکنے لگا پیچھے رہوار
کہا خادم نے کہ اک وجہ سے محبوب ہے یہ
بھاگنے کی اسے عادت تو رہی خوب ہے یہ

(۱۲۹)

چاہتا یہ تھا کہ خادم پہ اٹھائے تلوار
علی اکبرؑ بھی وہیں چھیڑ کے پہنچے رہوار
کہا شہزادے نے کس بات پہ ہے یہ تکرار
دیکھ ہم آگئے اور تو نہیں ہوتا ہشیار
تجھ کو موقع جو ملے گا تو بگڑنا ظالم
مجھ سے بچ جائے گا تو اس سے بھی لڑنا ظالم

(۱۳۰)

بیٹھ کر رخش پہ چھیڑا ستم آرا نے سمند
جس میں تھی تیغ وہی ہاتھ کیا اور بلند
رہ نہیں سکتا ہے اک حال سے آتش پہ سپند
خوف سے کرلیا بے پیر نے آنکھوں کو بھی بند
اس سے مطلب تھا کہ جو کوئی ہو بینا دیکھے
سوجھتا ہی نہیں کچھ ان کی وغا کیا دیکھے

(۱۳۱)

وہ بھی ٹپکا کیا سینے میں جو دل تھا پھوڑا
پہلوئے ظلم کسی طرح نہ اس نے چھوڑا
دل پہ گوبن گئی پر منھ نہ وغا سے موڑا
بند آنکھوں کو کئے تیر کماں میں جوڑا
اس طرف رخش تو بیچین تھی تلوار ادھر
بیحواسی میں رہا تو رخ سو فار ادھر

(۱۳۲)

جب چلا تیر تو خود اپنے ہی سینے پہ لگا
کہا یوں تیر لگایا کہ مرے دل میں گڑا
نہ سمجھ میں مری آیا کہ یہ ہے ماجرا کیا
کہا چلا کے کماں نے کہ ہے یہ تیری خطا
یاد عالم کو رہے گا یہ فسانہ اچھا
اب بتا تیر تھا اچھا کہ نشانہ اچھا

(۱۳۳)

موت کہتی تھی کہ کیوں بھول گئے سب استاد
عمر بھر کی جو ریاضت تھی وہ سب کی برباد
ہوچکی خوب جو ہونی تھی کماں پر بیداد
اب کے چلّے کو چڑھایا تو کرے گی فریاد
بن کے سوزن یہ ہر اک زخم جگر سیتا ہے
تیر جس کا ہے اُسی کا یہ لہو پیتا ہے

(۱۳۴)

خیر اب اور سمجھ بوجھ کے بے پیر لگا
خاتمہ ہو جو اسی طرح سے شمشیر لگا
آنکھ میں سرمۂ خاک در شبیرؑ لگا
پر یہ ہے شرط کہ پھر تیر لگا، تیر لگا
بات ہر طرح تری اہل نظر میں رہ جائے
وہ رہا دل میں تو یہ تیر جگر میں رہ جائے

(۱۳۵)

گئے خالی جو کئی تیر تو بڑھنے لگا ڈر
کبھی کہتا تھا کہ بیکار ہوا خون جگر
بھاگ جانے سے کوئی بات نہیں ہے بہتر
مسکرائے علی اکبرؑ جو کھلے اور ہنر
موت کہتی تھی کہ سوتا ہے تو جاگ او ظالم
ہاں یوں ہی تیر لگاتا ہوا بھاگ او ظالم

(۱۳۶)

سن کے طعن اس نے مکرر کیا نیزے کو بلند
اور غصے میں اُلجھنے لگی شانے پہ کمند
یہ تو نیزے کی لڑائی میں نہ تھے شیر سے بند
گو نکالے کئی ہاتھ اس نے پہ آئے نہ پسند
کھنچ کے ظالم سے چلے تیغ دو پیکر کی طرح
جب بندھا بند گرہ کھول دی حیدرؑ کی طرح

(۱۳۷)

دیو کا آب ہو زہرہ جو اسد للکاریں
جان جس کے نہ بدن میں ہو اسے کیا ماریں
قابل مدح ہوں کس طرح نہ ان کی دھاریں
دونوں جانب سے قیامت کی چلیں تلواریں
آسماں ہل گئے تھے، رنگ بدلتی تھی زمیں
تیغیں چلنے کی صداؤں سے دہلتی تھی زمیں

(۱۳۸)

نگہ تند سے تھا دل پہ قیامت کا فشار
دل سے کہتا تھا کہ ہے آج تو بچنا دشوار
چار ٹکڑے ہوئے دل کے جو نگہ ہوگئی چار
ہنس کے شہزادے نے ہلکے سے لگادی تلوار
یوں بظاہر تو ستمگر نے سپر پر روکی
اصل میں چوٹ جو روکی تو جگر پر روکی

(۱۳۹)

آسماں نے یہ سپر پر بھی مصیبت ڈالی
منفعل خود ہوئی چہرے کو چھپانے والی
پشت پر اس کی جگہ جو تھی ہے وہ اب خالی
منھ جو کالا وہ چھپایا تو ہوئی خود کالی
چار پھولوں کے بھی بیکار ہی نظارے ہیں
کچھ دھواں گرد ہے اور بیچ میں انگارے ہیں

(۱۴۰)

پیاس میں اور یہ انداز خوشحال ان کا
جوہر تیغ ید اللہ ہے ہر بال ان کا
منھ بھی جو دیکھنے پائی نہ کبھی ڈھال ان کا
یوں بھی تابندہ ہوا نیر اقبال ان کا
ان کی ہر بات ہے اعجاز و کرامت کی طرح
رہ گئی پشت پہ وہ مہر نبوت کی طرح

(۱۴۱)

جوش پر اور ہی کچھ دیدۂ تر آنے لگے
شعلہ نار بھی لینے کو خبر آنے لگے
ختم قصے ہوئے پیغام سفر آنے لگے
اس کو گھر اپنے جہنم میں نظر آنے لگے
دم جو باقی نہ رہا سانس تلک چڑھنے لگی
اور بھی دھوپ میں زخموں کی چمک بڑھنے لگی

(۱۴۲)

خود جہنم نے کہا سر نہ اٹھانے دیجے
روکیۓ ہاتھ اسے تیغ لگانے دیجے
اور کچھ دیر ہوا دہر کی کھانے دیجے
جس طرف جائے یہ جلتا ہوا جانے دیجے
اور کچھ دیر ہوا کبر کی سر کھینچے گی
اپنی جانب اسے خود نار سقر کھینچے گی

(۱۴۳)

وہ سبک سیر ہوا ہاتھ پہ جب ان کے بلند
کی نظر یاس میں ڈوبی طرف روئے سمند
خوف سے آکے لبوں پر جو دم اس کا ہوا بند
کہا جینے سے زیادہ مجھے مرنا ہے پسند
خود ہے مایل بزمیں تیغ ہلالی کی طرح
سر بھی گردش میں ہے فانوس خیالی کی طرح

(۱۴۴)

کہا شہزادے نے کہہ عالم بالا کی خبر
صاف وہ کہہ دے کہ جو جو تجھے آتا ہے نظر
کہا میں لوں گا کسی طرح جہنم میں نہ گھر
ہے وہاں آگ ہی آگ اور نہ دیوار نہ در
بے ٹھکانہ ہوں کہیں بھی نہ جگہ پاؤں گا
کیا وہاں آگ لگانے کے لئے جاؤں گا

(۱۴۵)

مل گیا اس کو بلندی سے جہنم کا سراغ
آسماں پر ابھی نخوت سے ہے ظالم کا دماغ
گو ہے سینے میں پہ افسردہ ہوا جاتا ہے داغ
آج بجھتا ہے جہنم کے اندھیرے میں چراغ
خود اسے شعلہ جوّالہ بنا کر چھوڑا
تیغ اکبرؑ تھی وہ بجلی کہ جلا کر چھوڑا

(۱۴۶)

اٹھ کے کہتے ہیں خوشی میں یہ شہؑ جن و بشر
مصلحت ہے کہ تکاں ہاتھ کو دوائے دلبر
پیاس میں باپ کو دکھلادئے دادا کے ہنر
اِسی صورت سے لئے تھے در خیبر حیدرؑ
پہلے ہی سے خبر مرگ جفاجو دے دو
موت کے ہاتھ میں لٹکے ہوئے بازو دے دو

(۱۴۷)

شوق سے پھرتا تھا گرد سر دلبند امام
تھی خوشامد پہ نظر کام جو ہوتا تھا تمام
چار جانب کو جو گھیرے ہوئے تھا لشکر شام
جس طرف گھوم کے آتا تھا وہ کرتا تھا سلام
انتہا ہوگئی تھی بغض کی اور کینے کی
پسر سعد دعا دے رہا تھا جینے کی

(۱۴۸)

دیر تک ہاتھ لٹکنے سے ہوئے اور بھی شل
پیچھے ہٹتی ہی چلی جاتی تھی سب فوج دغل
ہاتھ پر ان کے جو اٹھا تھا وہ مشتاق اجل
دور کے لوگ سمجھتے تھے سناں وہ ہے یہ پھل
لاش کے سائے سے گھوڑے کو بھی مہمیز ہوئی
دم بلندی پہ جو نکلا تو ہوا تیز ہوئی

(۱۴۹)

قابض روح بھی لڑنے کی قسم لے کے پھریں
جو پھرے لیکے یہ نعمت کو وہ کم لے کے پھریں
آسماں پر نہ زمیں کا کوئی غم لے کے پھریں
ملک الموت بھی رستے ہی سے دم لے کے پھریں
ختم اس بیت پہ شہزادے کی توصیف ہوئی
تا زمیں آنے کی ان کو بھی نہ تکلیف ہوئی

(۱۵۰)

علی اکبرؑ کی لڑائی سے قیامت ہے بپا
چھرے کہتے ہیں کسی کے بھی نہیں ہوش بجا
بھائی کہتا تھا کہ بھائی کا نہیں میرے پتا
ابھی عرصہ نہیں گذرا کہ اسی جا وہ تھا
داستاں خوف کی ڈرڈر کے وہ سب کہہ گئے ہیں
دیکھ لو سینوں میں چھپ چھپ کے نفس رہ گئے ہیں

(۱۵۱)

لڑتے لڑتے یہ گئے پیش شہنشاہ زمن
تر پسینے میں گریباں کی طرح ہے دامن
وہ تمازت وہ شباب اور وہ دھوپ اور وہ بن
گرم لوہا تھا زرہ کا کہ جلا جاتا تھا تن
کئی بار آب دم تشنہ دہانی مانگا
رودئے آپ بھی اکبرؑ نے جو پانی مانگا

(۱۵۷)[1]

دیر تک یہ جو رہے دھوپ میں سرگرم وغا
ہاتھ سے باگ چھٹی درد کلیجے میں ہوا
ہوتی ہے فصل جوانی میں عطش اور سوا
مختصر تو ہے یہی ضعف بڑھا زور گھٹا
نہ شقاوت نہ کسی بے ادبی نے مارا
ان کو مارا تو فقط تشنہ لبی نے مارا

(۱۵۸)

غش کے آجانے سے سچ ہے کوئی چارہ نہ رہا
اسپ پر اب تو سنبھلنے کا بھی یارا نہ رہا
زندگانی کا کوئی دم بھی سہارا نہ رہا
دل سے کہتے تھے کہ اب کوئی ہمارا نہ رہا
دل پہ گہ سر پہ کبھی تیغ گرانبار پڑی
جب رکی سانس تو سمجھے کوئی تلوار پڑی

(۱۵۹)

سیکڑوں ہاتھ لگائے تھے سبھوں کو کاری
اب انہیں لوگوں نے زخمی کیا باری باری
خون فوارے کی مانند ہوا ہے جاری
برچھی سینے پہ پڑی جب تو ہوا غش طاری
موت یہ تازہ جواں کی ہے پریشاں دل ہے
دم بھی مشکل سے نکلتا ہے یہی مشکل ہے

(۱۶۰)

پیاس میں سانس کی بھی آمد وشد اب ہے محال
برچھی سینے پہ پڑی غیر ہوا اور ہی حال
اس طرف ہوگئے آگاہ شہؑ نیک خصال
یہی کہتے تھے کہ اللہ بچائے اے لال
قبل مرنے کے تمہارے میں گذر جاؤں گا
تم جو تیورا کے گروگے تو میں مرجاؤں گا

(۱۶۱)

اُس طرف گھوڑے سے گر کر علی اکبرؑ تڑپے
اس طرف دل کو پکڑ کر شہؑ بے پر تڑپے
اب وہ کیا کوئی کہے خاک پہ کیوں کر تڑپے
باپ کس طرح نہ بیٹے کے برابر تڑپے
جس کی حد کوئی نہیں ہے یہ وہی ماتم ہے
دل کو کس طرح سنبھالیں کہ جواں کا غم ہے

(۱۶۲)

گر کے بھی چل رہے تھے شیر پہ بھالے افسوس
کون ایسا ہے جو بیکس کو سنبھالے افسوس
تیر سینے سے کسی نے نہ نکالے افسوس
ہر جگہ خوں کے نظر آتے تھے تھالے افسوس
جبر کس طرح ہو آفت کے گرفتاروں سے
اس کی یہ حد ہے جو خوں ٹپکا ہے تلواروں سے

(۱۶۳)

برچھیاں سینۂ زخمی پہ لگانے آئے
لوگ تصویر پیمبرؐ کو مٹانے آئے
لاش پیری میں جواں کی جو اٹھانے آئے
کون سا وقت تھا جب آپ سرہانے آئے
کیسی برچھی تھی کہ ٹکڑے ہوا سینہ شہؑ کا
ان کی لاش اور تڑپتا تھا کلیجہ شہؑ کا

---

[1] یہاں سے پانچ بند غائب ہیں۔

(۱۶۴)

پاؤں کہنے میں نہ شہؑ کے تھے، نہ دل پر قابو
جا بجا دشت میں دیکھا علی اکبرؑ کا لہو
شہؑ کی بیتابیوں پر اور بھی ہنستے تھے عدو
بھینی بھینی چلی آتی تھی اسی پھول کی بو
دور لاشے سے رہیں آپ کہیں ممکن ہے
دم نکلتے ہوئے دیکھیں یہ نہیں ممکن ہے

(۱۶۵)

روکے فرماتے تھے، بیٹا نہ کوئی بھائی ہے
نہ تو طاقت ہے نہ اب آنکھوں میں بینائی ہے
برچھی سینے پہ مرے لال کہاں کھائی ہے
ہم اکیلے ہیں عجب عالم تنہائی ہے
کیا کریں کچھ نہیں آنکھوں سے نظر آتا ہے
علی اکبرؑ ترے لاشے پہ پدر آتا ہے

(۱۶۶)

آئے لاشے پہ تو روکر کہا دلبر اکبرؑ
مرتے دم بھی نہ ہوا پانی میسر اکبرؑ
چل گیا باپ پہ اس پیاس میں خنجر اکبرؑ
مرتے مرتے بھی کہے جاؤں گا اکبر اکبرؑ
ہم کو تسکین دو غفلت میں نہ ٹالو بیٹا
ٹھوکریں کھا کے گروں جب تو سنبھالو بیٹا

(۱۶۷)

آسماں پر بھی ملائک میں ہوا حشر بپا
جس سے حیران ملک ہوگئے وہ صبر کیا
سر پہ حضرت کے عمامہ تھا نہ کاندھے پہ ردا
کانپتے ہاتھوں سے پیری میں اٹھایا لاشا
ننگے سر شیعہ ہوں اور چاہئے ماتم، روئیں
ان کو یا ان کی جوانی کے لئے ہم روئیں

(۱۶۸)

ناگہاں آگئیں واں زینبؑ تفتیدہ جگر
کہتی تھیں کون سے بادل میں چھپا ہے وہ قمر
یہیں مرجاؤں گی میں پیٹ کے اب سینہ وسر
میرے اٹھارہ برس والے کی ہے لاش کدھر
نہ رہا محفل عالم میں اجالا ہے ہے
چھوٹ گیا مجھ سے مری گود کا پالا ہے ہے

(۱۶۹)

مجھ کو ارمان نہایت تھا تری شادی کا
دفعتاً آج ہوا کیا کہ ترا ساتھ چھٹا
گو یہ وارد نہیں پر ذکر میں نقصان ہے کیا
لاش اکبرؑ سے عجب کیا جو یہ آئی ہو صدا
راہ میں پاس سے دیدار میسر ہوگا
باپ کے ساتھ ہی نیزے پہ مرا سر ہوگا

(۱۷۰)

لاش جس وقت چلے لے کے شہؑ ہر دو سرا
اس گھڑی فرق مبارک پر عمامہ بھی نہ تھا
اب مناسب ہے کہ سر کھول دیں سب اہل عزا
ننگے سر آئے ہیں اس بزم میں محبوب خداؐ
جو کہ اصلی ہے محبت اسے دکھلا دیجے
یوں جواں لال کا شبیرؑ کو پرسا دیجے

(۱۷۱)

دیکھو جاویدؔ بس آتی نہیں اب تاب رقم
گو فراواں تھے شب وروز مرے رنج والم
کچھ ہی دن میں کہا یہ مرثیہ خالق کی قسم
لوگ انصاف سے دیکھیں تو کسی سے نہیں کم
ہوادا قرض مرا حق کے ولی کا صدقہ
بات رہ جائے حسینؑ ابن علیؑ کا صدقہ

تاریخ شروع مرثیہ یکم ربیع الثانی ۱۳۲۲ھ، تاریخ ختم مرثیہ ۲۲و۲۳ ربیع الثانی ۱۳۲۲ھ،
تاریخ نقل ۱۰ر ستمبر ۱۹۵۷ء مقام جانسٹھ، تحریر بخط نواب سید سرفراز علی خاں شاکرؔ جانسٹھوی
شاگرد جاویدؔ اجتہادی مرحوم